© rasailojaraid.com

مکاتیب

(۱)

محترم جناب عمار خان ناصر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

یوگندر سکند کے آپ کے والد ماجد سے سوالات اور مولانا محترم کے جوابات ارسال کرنے کا بہت بہت شکریہ!

دیو بند میں ہوئی کشمیر کانفرنس کے حوالے سے جب آپ کے رسالہ کی کسی قریبی اشاعت میں ایک مضمون شائع ہوا تھا تو آپ کو اس کی بابت کچھ لکھنے کا ارادہ کیا تھا، لیکن ایسا ہو نہیں سکا۔ اب اس انٹرویو میں بھی اس کا تذکرہ دیکھ کر خیال ہوا کہ سر دست چند سطریں ہی آپ کی خدمت میں ارسال کر دی جائیں۔

۱۔ یہ کانفرنس جمعیۃ علماء ہند نے منعقد کی تھی، دار العلوم دیو بند نے نہیں۔

۲۔ یہ کانفرنس دار العلوم دیو بند میں نہیں ہوئی تھی، بلکہ دیو بند کے ایک میدان میں ہوئی تھی۔

۳۔ اس کانفرنس کا کوئی رسمی یا غیر رسمی تعلق دار العلوم سے نہیں تھا۔ یہ صحیح ہے کہ ماضی میں دار العلوم اور جمعیۃ 'یک جان دو قالب' جیسے بنا دیے گئے تھے، لیکن پچھلے برسوں میں جب جمعیۃ میں اختلافات ہوئے تو دار العلوم کی انتظامیہ نے دار العلوم اور جمعیۃ کے درمیان ایک واضح لکیر کھینچ دی، یہاں تک کہ جمعیۃ کے دونوں دھڑوں کے سربراہان مولانا ارشد مدنی اور مولانا عثمان صاحب کو بالترتیب دار العلوم کے اعتماد تعلیم اور نیابت اہتمام سے معزول کر دیا گیا تھا۔

۴۔ اس کانفرنس کو جمعیۃ کے ایک دھڑے نے صرف اسی لیے دیو بند میں منعقد کیا تھا تاکہ اس کو دار العلوم کی کانفرنس کہا جا سکے اور ایسا ہی ہوا۔ میڈیا نے اسے دار العلوم کی کانفرنس کہا اور یہ باور کرایا کہ یہ دار العلوم کے اندر ہوئی ہے، ورنہ اس عالمی مسئلہ پر ہونے والی کانفرنس کو ایک چھوٹے سے قصبہ میں منعقد کرانے کی کیا تک تھی؟

۵۔ دار العلوم کا اس کانفرنس اور اس کی تجاویز سے کوئی تعلق نہیں تھا، یہاں تک کہ ماضی کی روایات کے بالکل برخلاف اس کانفرنس میں دار العلوم کے ذمہ داران میں سے کوئی شریک بھی نہیں ہوا، لہٰذا اس کی بابت یہ خیال کرنا کہ یہ کانفرنس دار العلوم نے اپنے گرد وپیش کے حالات سے مجبور ہو کر منعقد کی تھی، صحیح نہیں ہے۔ ہندوستان کی حکومت کا کشمیر کے سلسلہ میں جو رویہ رہا ہے، یہاں کے مسلمانوں نے ہمیشہ اس پر حکومت کی سخت تنقید کی ہے۔

۶۔ مجھے حیرت ہوئی کہ یوگیندر سکند صاحب نے بھی اس کانفرنس کو دار العلوم کے اندر منعقد ہوا بتایا۔ یہ جمعیۃ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک دھڑے کی سیاسی بازی گری تھی، اور کچھ نہیں۔ افسوس کہ اس حوالہ سے دارالعلوم کو بے جا بدنام کیا جا رہا ہے۔

مولانا محمد الیاس نعمانی

(ماہنامہ الفرقان، لکھنو)

(۲)

محترم المقام جناب عمار خان ناصر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مجلّہ الشریعہ کا دسمبر ۲۰۱۰ء کا شمارہ میرے سامنے ہے۔ اس میں شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد زاہد صاحب مدظلہ کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے: ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ اور حکومت کا نیا معاہدہ''۔ مجھے اس مضمون کے عنوان سے اختلاف ہے۔ چند سال قبل دینی مدارس کے پانچ بورڈوں کا مشترکہ ایک پلیٹ فارم بنا تھا جس میں مختلف چار مسالک کے دینی مدارس کے بورڈ تھے اور ایک بورڈ شیعہ مذہب کا تھا۔ ان پانچ بورڈوں کے متحدہ پلیٹ فارم کا نام ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ'' تجویز کیا گیا۔ بندہ نے اس دور میں فیصل آباد سے شائع ہونے والے رسالہ ماہنامہ ''خلافت راشدہ'' میں اس عنوان پر بہت کچھ لکھا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ سپاہ صحابہؓ کے سربراہ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ اور سپاہ صحابہؓ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں نے اس عنوان پر ان تھک محنت کی اور اس اتحاد کے ذمہ داران سے مسلسل ملاقاتیں کی جس کے نتیجہ میں لفظ ''دینیہ'' اس فورم کے نام سے الگ ہو گیا۔ اب اس فورم کا نام صرف ''اتحاد تنظیمات مدارس'' ہی ہے جس کی تصدیق اس فورم کے ذمہ داران بھی کرتے ہیں اور ان کا چھپنے والا لٹریچر بھی اسی نام سے چھپتا ہے جس میں ''صرف اتحاد تنظیمات مدارس'' ہی لکھا جاتا ہے۔

اہل تشیع کے عقائد کفریہ کی بنا پر تمام علماء محققین کا شیعہ کی تکفیر پر اجماع اور اتفاق ہو چکا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: امداد الفتاویٰ، جلد ۴ صفحہ ۵۸۴ اور احسن الفتاویٰ، جلد ۱ صفحہ ۳۷ تا ۱۰۶، نیز ''خمینی اور اثنا عشریہ کے متعلق علماء کرام کا متفقہ فیصلہ'' بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے جب ان کے متعلق سب کچھ معلوم ہوا اور ان کے کفریہ عقائد ظاہر ہو چکے ہوں، اس کے بعد بھی ان کے مذہبی اداروں اور تنظیموں کو دینی و اسلامی کہنا اپنے ایمان کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے، بالخصوص جبکہ اہل تشیع اس قسم کے تعلق اور ایسے اتحاد سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنے غلط عقائد کی تبلیغ کرتے ہیں اور دوسروں کے سامنے ایسے تعلقات اور ایسے اتحاد کو دلیل کے طور پر پیش کر کے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔ یہ سب میری تیار کی ہوئی باتیں نہیں بلکہ اکابر علماء کرام کے ایک فتویٰ کی رو سے میں نے یہ سب باتیں لکھی ہیں اور اس فتویٰ پر ملک کے جید مفتیان اور علمائے کرام کے دستخط موجود ہیں۔ اس لیے میری آنجناب کے ذریعہ سے حضرت مفتی زاہد صاحب مدظلہ سے گزارش ہے کہ وہ آئندہ ''اتحاد تنظیمات مدارس'' کے ساتھ لفظ دینیہ لکھنے سے گریز کریں تاکہ دشمنان اسلام کو اس سے غلط فائدہ اٹھانے اور عوام کو اس سے غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا موقع نہ مل سکے۔

امید ہے کہ حضرت مفتی صاحب میری ان معروضات پر ضرور غور فرمائیں گے۔

محمد یونس قاسمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳)

مکرمی ومحترمی شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدکم، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
ومولانا محمد حنیف جالندھری صاحب، ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان
ودیگر ارکان مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

باعث تحریر یہ کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۳ رصفر المظفر ۱۴۳۲ھ میں جو فیصلے ہوئے، ان میں سے ایک یہ ہے:

''دوران امتحان نقل اور متبادل کے رجحان کے سد باب کے لیے داخلہ فارم کے ساتھ طالب علم کی تین تازہ تصاویر جو کہ مہتمم یا ناظم جامعہ کی تصدیق شدہ ہوں، بھیجنا لازمی ہے۔''

اس فیصلے کے متعلق آپ حضرات کی خدمت میں بندہ چند انتہائی مودبانہ گزارشات پیش کرنا چاہتا ہے:

۱۔ تصاویر کی حرمت میں صرف بخاری شریف کے ایک باب میں دس احادیث موجود ہیں اور بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں جو احادیث آئی ہیں، وہ مزید برآں ہیں۔ اس لیے تصویر کشی اور تصویر کے استعمال کی حرمت پر پوری امت کے علماء حق متفق ہیں۔ آج سے ۹۶ سال پہلے یعنی ۱۳۳۶ھ میں حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فوٹو گرافی کی شرعی حیثیت پر ایک مفصل مضمون لکھا جو ماہنامہ ''المعارف'' اعظم گڑھ میں کئی قسطوں میں شائع ہوا جس میں انھوں نے فوٹو کے جواز کا عندیہ ظاہر کیا تھا۔ چونکہ یہ مسلک صریح احادیث کے خلاف تھا، اس لیے اس کی تردید میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تحقیقی مقالہ لکھا اور اسے ماہنامہ ''القاسم'' دارالعلوم دیوبند میں شائع کرایا۔ بعد میں وہ مقالہ کتابی شکل میں ''تصویر کے شرعی احکام'' کے نام سے چھپا جس میں مفتی صاحب نے مولانا ندوی صاحب کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا ہے اور یہ بات قوی دلائل سے ثابت کی ہے کہ شریعت محمدیہ میں تصویر بنانا، بنوانا اور استعمال کرنا سب حرام ہے۔ یہ مقالہ پڑھنے کے بعد مولانا ندوی صاحب نے بھی اپنے مسلک سے رجوع کر لیا تھا۔

۲۔ نقل ومتبادل کا سد باب واقعی ضروری ہے مگر جائز طریقوں سے، ناجائز سے نہیں۔ تصویر کی حرمت منصوص ہے اور نقل کرنا اور متبادل بٹھانا احتمالی معاملہ ہے، تو ایک احتمالی عمل کی روک تھام کے لیے منصوص حرام کو کس طرح حلال کیا جا سکتا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ نقل ومتبادل کی روک تھام کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر وفاق المدارس العربیہ کے منتظمین حتی الوسع جائز تدابیر کریں، پھر بھی چند افراد یہ ناجائز کام کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو کیا وفاق المدارس کے منتظمین گناہ گار ہوں گے؟ میرے ناقص علم کے مطابق وہ بالکل ماخوذ عند اللہ نہیں ہوں گے، کیونکہ یہ بات ان کے اختیار سے باہر ہے۔

۳۔ طلبہ کے لیے امتحان کے دوران تصویر لازم ہونے سے صرف متبادل امیدوار کو روکنے میں کامیابی کا امکان ہے، اس سے نقل کی روک تھام نہیں ہو سکتی، حالانکہ نقل کا رجحان بھی متبادل سے زیادہ ہے اور اس کا نقصان بھی۔ جب فوٹو لازم کرنے سے نقل کا رجحان ختم نہیں ہوتا تو پھر اتنا عظیم گناہ کروانے سے کیا فائدہ؟ پھر یہ کہ اس طریقے سے متبادل کی روک تھام بھی نہیں ہو سکتی، کیونکہ اگر کسی نے دھوکہ دہی کا تہیہ کر رکھا ہو تو اس کا راستہ بند کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ اگر

© rasailojaraid.com